

## درسِ پردہ

### حضرت مہذب لکھنوی

نسواں کو ہیں بازاروں میں لانے والے  
اسلام میں پردے کے اٹھانے والے  
تفریح سے غم دور کیا جاتا ہے  
فطرت کو بھی مجبور کیا جاتا ہے  
ایمان کا دعویٰ ہے پر ایمان نہیں  
گر تو ہے مخالف تو مسلمان نہیں  
بندوں کو دیا حکم سدا ہو پردہ  
پردہ ہی رہا پھر بھی اٹھا گو پردہ  
اسلام میں جو چیز تھی نایاب گئی  
موتی سچے رہے مگر آب گئی

پردے کے مخالف ہیں زمانے والے  
کیوں روئیں گے بے پردگی زینبؑ پر  
دل خلق کا مسرور کیا جاتا ہے  
اوشوق سے پردے کے اٹھانے والے  
اغیار میں اور تجھ میں پہچان نہیں  
اسلام کی روح ہے بقائے پردہ  
منظور جو تھا رب علیٰ کو پردہ  
محبوب سے کیں راز کی باتیں سرِ عرش  
دولت سے حیائے شیخ اور شاب گئی  
دیکھی نسواں نے جا کے بازار کی شکل

انتیاز اشعراء مولانا سید محمد جعفر قدسی جاسی

### وجود و عدم

ہو گیا پیکِ اجل ان کا حریف  
اب کہیں کس سے وہ اپنی تکلیف  
اٹھ گئے ہو کے وہی زار و نحیف  
اب کہاں تختِ پئے جسمِ ضعیف  
گوشہٴ قبر میں وحشت ہے ردیف  
رکتے ہیں ملکِ عدم میں تشریف  
نظم کا جلوہٴ تخیلِ لطیف  
درسِ عبرت ہے تمہاری تصنیف

جن شہنشاہوں کے سنے تھے جے  
جو نہ سنتے تھے کسی کا دکھڑا  
جن سے تھی رونقِ بزمِ ہستی  
خاک پر زیرِ زمیں ہے اکبر  
نہ مصاحب ہیں نہ خدامِ ادب  
اب جہانگیر، جہاں گیر نہیں  
رازِ ہستی کے عیاں کرتا ہے  
بہرِ اربابِ نظر اے قدسی